وہ یہ کہ حکومت کی طرف سے اہلِ ملک کو دی جانے والی رقم (اس کا نام یا عنوان خواہ جو کچھ اختیار کیا جائے) کیا واقعی قرض ہے؟ اور پھر اس کی مع شیٔ زائد واپسی کیا قرض معہ سود ادائیگی ہے؟ یا وہ اصلاً امداد ہے، جسے مختلف مصالح کی بنا پر "قرض" کا نام دے دیا گیا ہے، واپسی کے وقت "انٹرسٹ" کے نام سے معمولی اضافہ کی شرط بھی مصلحتاً ہی لگا دی گئی ہے، مثلاً ایک مصلحت یہ ہو سکتی ہے کہ محض "امداد" کے عنوان سے کسی کو کچھ دینا، نفسیاتی طور پر جو اثرات مرتب کرتا ہے قرض کے وہ اثرات نہیں ہوتے۔ اسی طرح امدادی رقم کی واپسی کے وقت برائے نام اضافہ کی شرط لگانے کا ایک سبب، بلا شدید ضرورت کے قرض لینے والوں کی حوصلہ شکنی کرنا ہو سکتا ہے، دوسرا سبب جو نسبتاً اہم ہے، اس سلسلہ کے اخراجات پورے کرنا ہوں کہ آج کل نظام ہائے حکومت میں اہل ملک کو ضروریات زندگی فراہم کرنے بلکہ اب تو معیار زندگی بڑھانے کے لئے بھی قرضے دینا ریاست کی ذمہ داری اور اس کے اہم مقاصد میں داخل ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے نظم میں، اور اس سلسلہ میں دوسرے کاموں پر اخراجات کا ہونا ناگزیر ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ حکومت، نہ صرف انٹرسٹ کے نام سے وصول کی گئی رقم، بلکہ رأس المال بھی دوسرے ضرورتمندوں کو امدادِ محض کے طور پر دیتی، یا ان کو قرض دینے میں لگاتی، نیز دیگر رفاہِ عام کے کاموں میں صرف کر دیتی ہے جس کا فائدہ اس "سود" دینے والے کو بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ پہنچتا ہے۔ اس طرح اس کی یہ زائد رقم گویا اسے واپس مل جاتی اور حق بحق دار رسید کی مثل صادق آجاتی ہے۔

بہرحال اگر علمی و فقہی بنیادوں پر اس پہلو کا استوار کیا جانا، ممکن ہو اس طور پر کہ اس کے نتیجہ میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے نصاً یا اجتہاداً "ربٰو" کا جو مصداق معلوم ہوتا ہے، یہ صورت اس سے خارج ہو جائے تو نعما ونعمت!

یہاں اس گوشہ پر بھی نظر رہنی چاہئے کہ آج کل کے رائج اقتصادی نظام میں سود آب و ہوا کی طرح سرایت کئے ہوئے ہے، اور اس کے اثرات سے زندگی کا کوئی شعبہ متاثر ہوئے بغیر نہیں،

رہ سکتا تو کیا اس ابتلائے عام کی بنا پر "عموم بلویٰ" جیسی دلیل بھی کارآمد ہو سکتی ہے؟

آخر میں حضرت تھانوی قدس سرہ ۔ جن کی فقہی بصیرت اور دقتِ نظر مسلم ہے، ان کے الفاظ میں ایک اہم اصولی بات کا پیش کر دینا مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اس جیسے تمام مسائل حل کرتے وقت اس کو راہنما بنایا جاسکے ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ضرورت عرفی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تحصیل منفعت، خواہ دینی ہو یا دنیوی، خواہ اپنی یا غیر کی؛ دوسری دفع مضرت، اسی تعمیم کے ساتھ، سو تحصیلِ منفعت کے لئے ایسے افعال کی اجازت نہیں، مثلاً محض تحصیل قوت و لذت کے لئے دوائے حرام کا استعمال ۔ اور دفع مضرت کے لئے اجازت ہے ۔ جب کہ وہ قواعد صحیحہ منصوصہ، یا اجتہادیہ سے معتد بہا ہو۔ اور شرعی ضرورت یہی ہے۔ مثلاً دفع مرض کے لئے دوائے حرام کا استعمال جب کہ دوسری دوا کا نافع نہ ہونا تجربہ سے ثابت ہو گیا ہو کیوں کہ بدوں اس کے ضرورت ہی کا تحقق نہیں ہوتا

(بوادر النوادر ص ۷۹۶)

حضرات! ان معروضات کے بعد آپ سے توقع ہے کہ فیصلہ کن راہنمائی فرمائیں گے، اور شکریہ کا موقعہ دیں گے۔

"تفسیر ماجد" از مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی

یہ تفسیر عصر جدید کے تعلیم یافتہ اور نوجوان مسلمانوں کے لئے جو نئے افکار کی پریشان خاطری اور پراگندہ ذہنی کا شکار ہیں۔ ان کے لئے اس تفسیر میں بہت کچھ سامان راحت و تسکین ہے ۔

جلد اول سورۂ فاتحہ سے سورہ آل عمران تک ہدیہ ۱۸ روپے

جلد دوم سورۃ النساء سے سورہ توبہ تک ہدیہ ۱۵ روپے

مکتبہ برہان ۔ جامع مسجد دہلی ۔ ۶

ہندوستان سے تعلق رکھنے والے چند تبع تابعین

جناب حافظ محمد نعیم صاحب ندوی ۔ رفیق دارالمصنفین اعظم گڈھ

ایک اشتباہ اور اس کا ازالہ مذکورہ بالا تمام ائمہ حدیث کی توثیق کے باوجود علامہ ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ " محدث ازدی نے ابوموسیٰ کی ثقاہت میں کلام کرتے ہوئے قبول حدیث میں ان کی لینت (نرمی) کا ذکر کیا ہے ۔"[۳] گو اس سے ابوموسیٰ کی تضعیف نہیں ہوتی ۔ تاہم کسی محدث کے پایۂ عدالت کو کم کرنے کے لئے اتنا کلام بھی کافی ہے ۔

مگر حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ دراصل ازدی کو اشتباہ اور سوء تفاہم ہو گیا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری کے زمانے میں اسی نام اور اسی کنیت کے ایک اور مشہور اہل علم و فضل بھی موجود تھے ۔ جو ابوموسیٰ یمانی کہلاتے تھے یمن کے رہنے والے تھے اور حسن اتفاق سے وہ بھی وہب بن منبہ کے شاگرد تھے ۔

چنانچہ تہذیب التہذیب میں ازدی کے اس اشتباہ کی صراحت ہے ۔

وقال الازدی وحدہ فیہ لین	تنہا ازدی ان میں نرمی کے قائل ہیں حالانکہ
ولیس ھو الذی روی عن وھب	یہ ابوموسیٰ وہ نہیں جنھوں نے وہب بن منبہ سے
بن منبۃ وروی عنہ الثوری ذالک	اور جن سے سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے
شیخ یمانی وقد فرق بینھما غیر واحد	بلکہ یہ یمن کے ایک بزرگ تھے متعدد لوگوں نے

۳ؐ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۹۷

کماسیأتی [1]	ان دونوں کے درمیان تفریق کی ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اور پھر آگے شیخ یمانی کے تذکرہ میں بھی حافظ نے اس شبہہ کا پردہ چاک کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں۔

ابوموسی شیخ یمانی عن وھب بن منبہ عن ابن عباس «من اتبع الصید غفل» وعنہ الثوری مجھول قال ابن قطان ذکر المزی فی ترجمۃ ابی موسی اسرائیل بن موسی البصری انہ یروی عن وھب بن منبہ واتما ھذا آخر وقد فرق بینھما ابن حبان فی الثقات وابن جارود فی الکنی وجماعۃ [2] (تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۵۲)	یہ ابوموسی یمن کے ایک بزرگ ہیں جنھوں نے ابن عباس کے واسطے سے وہب بن منبہ سے «من اتبع الصید غفل» کی روایت کی ہے۔ اور ان سے ثوری نے مجہول روایت کی ہے۔ یہ ابن قطان کا قول ہے اور علامہ مزی نے ابوموسی اسرائیل بن موسی بصری کے ترجمہ میں یہ جو ذکر کیا ہے کہ انھوں نے وہب بن منبہ سے اور انھوں نے ثوری سے روایت کی ہے۔ (صحیح نہیں ہے) کیوں کہ ابوموسی بصری کا وہب بن منبہ سے لقا ثابت نہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ دوسرے بزرگ ہیں ابن حبان نے ثقات میں اور ابن جارود نے کتاب الکنی میں ان دونوں کے درمیان تفریق کی ہے۔

ہندوستان سے روابط | ابوموسی اسرائیل کے متعلق تمام محققین متفق ہیں کہ وہ متعدد بار ہندوستان آئے۔ اسی لئے «نزیل الھند» ان کا لقب ہی پڑ گیا تھا۔ اگرچہ ان کی یہاں آمد تجارت کی غرض سے ہوتی تھی۔ تاہم یہ ناممکن ہے کہ انھوں نے یہاں علمی ودینی فیوض نہ

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۶۱ [2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۵۲

چھوٹے ہوں۔

ہندوستان میں ابوموسیٰ کے تعلق کی صراحت سب سے زیادہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

وھو بصری کان یسافر فی التجارۃ إلی الھند وأقام بھا مدۃ[1] — وہ بصری ہیں۔ تجارت کی غرض سے وہ ہندوستان کا سفر کرتے اور وہاں عرصہ تک مقیم رہتے تھے۔

علامہ سمعانی "نزیل الھند" کے متعلق رقمطراز ہیں۔

ابوموسی اسرائیل بن موسی الھندی البصری کان ینزل الھند فنسب إلیھا[2] — ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ الہندی بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان آمدورفت کی وجہ سے ہندی کہے گئے۔

اس کے علاوہ امام بخاری، علامہ ذہبی، حافظ مقدسی، خزرجی اور ابوحاتم رازی وغیرہ کبار ائمہ ومحدثین نے بھی ابوموسیٰ اسرائیل کے ہندوستان سے تعلق کا ذکر کیا ہے[3]

ابومعشر نجیح سندھی

ابومعشر نجیح بن عبدالرحمن سندھی دوسری صدی ہجری کے مشہور راوی حدیث گذرے ہیں۔ عرصہ تک غلامی کی زندگی گذارنے کے باوجود علم وفضل میں نہایت بلند مقام حاصل کیا۔ مشہور تابعی ابوامامہ ابن سہل بن حنیف کے دیدار سے اپنے دیدہ شوق کو ٹھنڈا کیا تھا۔

وہ سندھی الاصل تھے لیکن ان کے علم وفضل کی بناپر ان پر عرب ہونے کا دھوکہ ہوتا تھا چنانچہ خود ابومعشر کی زندگی میں ان کے عرب اور غیر عرب ہونے کی بحث چھڑ گئی تھی۔ ایک مرتبہ

---

[1] فتح الباری ج ۵ ص ۵۲ [2] الانساب للسمعانی ورق ۵۹۲

[3] تاریخ کبیر ج ۱ ص ۵۶، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۹۰، کتاب الجمع بین رجال الصحیحین ج ۱ ص ۴۳، خلاصہ تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۱، کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۳۲۹۔

کسی نے انہیں تیمی کہا تو فوراً اس کی تردید کی اور فرمایا۔

ولاءنا فی بنی ھاشم احب الی من نسبی فی بنی حنظلة [۱]

بنو ہاشم کے غلاموں میں ہونا میرے لئے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ بنو حنظلہ میں میرا نسب ہو۔

خطیب بغدادی نے خود ان کے صاحبزادے محمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "میرے والد سندھی تھے!" عرب میں ایک مدت تک رہنے کے باوجود زبان میں سندھیت کا اثر آخر وقت تک باقی رہا چنانچہ وہ بعض عربی حروف کو صحیح طور پر تلفظ کرنے پر قادر نہ تھے۔ مثلاً وہ کعب کو ہمیشہ قعب کہا کرتے تھے۔ ابونعیم کہتے ہیں۔

کان ابومعشر سندیاً وکان رجلا الکن یقول حدثنا محمد بن قعب یریدن ابن کعب [۲]

ابومعشر سندھی تھے۔ ان کے عربی الفاظ کا تلفظ صحیح نہ تھا۔ وہ حدثنا محمد بن قعب کہتے تھے۔ اور قعب سے ان کی مراد کعب تھی۔

ابتدائی حالات | ابومعشر کے ابتدائی حالات گوشۂ خمول میں ہیں۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ سندھ کی کسی جنگ میں جو مسلمانوں اور سندھیوں میں ہوئی تھی گرفتار ہو کر حجاز گئے۔ وہاں بنی مخزوم کی ایک عورت نے خرید کر مکاتب بنا لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ مہدی کی ماں نے رقم کتابت ادا کر کے آزاد کر دیا [۳] مدینہ میں عرصہ تک رہنے کی وجہ سے مدنی بھی مشہور ہیں۔

تحصیل علم | ابومعشر کی زندگی کا کافی حصہ متعدد خاندانوں میں غلامی کرتے گذرا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مالکوں نے انہیں تحصیل علم کے پورے مواقع بہم پہنچائے۔ ان کے مالکوں سے

---

[۱] کتاب الانساب ورق ۳۱۳ و نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۴۵

[۲] طبقات بن سعد ج ۵ ص ۳۰۹ [۳] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۰۹

اور ان کے تعاون سے ابومعشر مدینہ منورہ اور دیگر مقامات کے تمام چشمہائے علم سے سیراب ہوئے۔ اور علم حدیث، مغازی اور فقہ میں کمال پیدا کیا۔ بالخصوص فن مغازی میں ان کا پایہ درجہ امامت کو پہنچا ہوا ہے۔

ان کے شیوخ میں درج ذیل ممتاز نام ملتے ہیں۔

محمد بن کعب القرظی، نافع مولیٰ بن عمر، سعید المقبری، محمد بن المنکدر، ہشام بن عروہ ابی بردہ بن ابی موسیٰ، موسیٰ بن یسار، محمد بن قیس[۱]

حافظ ابن حجر نے مشہور تابعی سعید بن المسیب کو بھی ان کے شیوخ میں شمار کرایا ہے۔ جو صحیح نہیں ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ سعید المقبری ہیں جن سے ابومعشر کثرت سے روایت کرتے ہیں[۲]

تلامذہ | ابومعشر کے حلقہ درس سے جو طالبان علم فارغ ہو کر نکلے۔ ان کی تعداد بے شمار ہے۔ جس میں جلیل القدر ائمہ و علماء کے نام ملتے ہیں۔ کچھ اہم نام یہ ہیں

سفیان ثوری، محمد بن ابی معشر، یزید بن ہارون، محمد بن عمر الواقدی، اسحاق بن عیسیٰ بن الطباع، محمد بن بکار، عبدالرزاق، ابونعیم، منصور بن ابی مزاحم، لیث بن سعد، عبداللہ بن ادریس، ہشیم بن مہدی، ہاشم بن القاسم، وکیع بن الجراح، عثمان بن عمر، محمد بن سواء، سعید بن منصور، عاصم بن علی[۳]

علم و فضل | ابومعشر فن مغازی و سیر کے امام شمار کیے جاتے ہیں۔ دوسرے علوم میں بھی ان کا پایہ کم نہ تھا خطیب کا قول ہے کہ

---

[۱] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۷ و تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰

[۲] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۲

[۳] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰ و تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۷

وکان من اعلم الناس بالمغازی[۱] وہ فن مغازی کے بڑے واقفکاروں میں تھے۔

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ حافظہ کی کمزوری کے باوجود علم کا مخزن تھے[۲] بکر بن خلف کا بیان ہے کہ "مارأیت افصح منہ " میں نے ان سے فصیح تر کسی کو نہیں دیکھا۔

ائمہ کی رائے | ابومعشر کے علم وفضل کو تمام علماء نے سراہا ہے۔ چنانچہ محدث عمر بن عوف اپنے تلامذہ کے سامنے ابومعشر کے متعلق ہشیم کا یہ قول نقل فرمایا کرتے تھے۔ کہ:

مارأیت مدنیا یشبھہ ولا اکیس منہ[۳] میں نے ان سے زیادہ فہیم وذکی کسی اہل مدینہ کو نہیں دیکھا۔

ابوحاتم بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل ابومعشر کو پسند کرتے تھے۔ اور فن مغازی میں ان کی بصیرت کے قائل تھے۔ میں ان سے روایت کرتے ہوئے ڈرتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے امام احمد کو ایک شخص کے واسطہ سے ابومعشر سے روایت کرتے دیکھا تو میں نے بھی ان سے روایت حدیث کے بارے میں اپنے مسلک میں وسعت پیدا کرلی[۴]

تضعیف | ابومعشر کے حافظہ کی کمزوری کے باعث بعض ائمہ نے ان کی تضعیف کی ہے۔ ابن معین کا قول ہے۔

ضعیف یکتب من حدیثہ الرقاق[۵] وہ ضعیف ہیں۔ مگر زہد ورقاق کی حدیثیں نقل کی جاسکتی ہیں۔

ابوحاتم سے دریافت کیا گیا کہ کیا ابومعشر ثقہ ہیں۔ فرمایا۔

---

[۱] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۹ —— [۲] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۲

[۳] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰ [۴] ایضاً [۵] ایضاً ص ۴۲۱

صالح لین الحدیث محلہ الصدق — نیک شخص ہیں۔ گو روایت حدیث میں کمزور ہیں مگر سچے ہیں۔

امام بخاری و مسلم نے اسی ضعف کی بنا پر صحیحین میں ان کی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ صغیر میں ان کا شمار ضعفاء میں کرایا ہے[1] ابو داؤد اور نسائی نے بھی تضعیف کی ہے لیکن علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ امام نسائی اپنی سنن میں ابو معشر کی روایت سے حجت لائے ہیں[2]۔

بہر حال اپنی قوت حافظہ پر کلام کے باوجود ابو معشر پایہ اعتبار سے ساقط نہیں ہوتے۔ ابن عدی نے بصراحت بیان کیا ہے کہ ائمہ ثقات نے ان کے ضعف حافظہ کے باوجود انکی روائتیں قبول کی ہیں۔

حدث عنہ الثقات مع ضعفہ یکتب حدیثہ[3] — ثقات نے ان سے روایت کی ہے ضعف کے باوجود ان کی حدیثیں لکھی جا سکتی ہیں۔

علاوہ ازیں عبد الرحمن بن مہدی نے جو جرح و تعدیل کے شہرہ آفاق امام ہیں ابو معشر سے روایت کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس متن حدیث کی یادداشت میں ابو معشر کا حافظہ کمزور نہ تھا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ سلسلۂ اسناد کے یاد رکھنے میں ان سے غلطیاں ہو جاتی تھیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ ان کا حافظہ عمر کے آخری ایام میں کمزور ہوا تھا۔ جیسا کہ بغدادی نے تصریح کی ہے کہ

کان ابو معشر تغیر قبل أن یموت[4] — موت سے کچھ پہلے ابو معشر میں تبدیلی آ گئی تھی۔

اس لئے اس نقص کے پیدا ہونے سے قبل کی روائتیں یقیناً مقبول اور قابل حجت ہیں۔

---

[1] تاریخ صغیر ص ۱۹۲ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۲ [3] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰
[4] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۱۹